اسلام اور سرمایہ دارانہ نظام ہائے معیشت کے اہم پہلوؤں کا تقابلی مطالعہ

(A Comparative Study of important aspects of Islamic and Capitalist Systems of Economics)

*Sajida Parveen
Dr. Mumtaz Ahmad Awan

Abstract

Capitalism enjoys popularity on global level in present era. However, if this western economic system is evaluated deeply and its results are assessed, it seems that it is just a claim, because this economic system causes deprivation of basic rights of an individual despite of fulfillment his basic necessities ideally. On the contrary, the Islamic economic system has high virtues such as self-sacrifice and compassion. In this article, an effort has been made of analysis of moral values of western economic system and subsequently a comparison of the same with Islamic economic system. It finds that key aspects of the capitalist economy are self-interest, monopoly, selfishness, materialism and narcissism. Islamic economics, on the other hand, focuses on human compassion, self-sacrifice and the collective interest rather than the individual. On this basis, the welfare of humanity lies in the Islamic principles of economy.

Key Words: Capitalism, Islamic Economic, values, comparison

عصر حاضر میں عالمی سطح پر اسلام کے معاشی نظام کے مقابلہ میں مغربی معاشی نظام فکر (سرمایہ دارانہ نظام) کو پذیرائی حاصل ہے اور اس کا دعوی ہے کہ اس نظام فکر کے ساتھ بلا تفریق تمام انسانوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کیا جاتا اور

*PhD scholar Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala

** Assistant Professor of Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala

اس کی فلاح و بہبود کے لیے ممکنہ کوششوں کو بروئے کار لایا جاتا ہے؛ کوئی انسان بھی حقوق سے محروم نہیں رہتا ؛ اپنی زندگی کو آسان اور خوشحال گزارتا ہے؛ اس نظام سے بہتر کوئی نظام معیشت موجود نہیں ہے۔ لیکن بنظر غائر جائزہ لیا جائے اور اس کے نتائج کا ادراک کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض دعوی ہی ہے، اس لیے کہ یہ معاشی نظام فکر انسان کی بنیادی ضروریات کو احسن طریقے سے پورا کرنے کے بجائے اس کو اس کے اپنے بنیادی حقوق سے محروم کرنے کا سبب بنتا ہے ؛اس کی فلاح کی بجائے اس کی زندگی کو مشکل اور پیچیدہ بناتا ہے۔ مزید یہ کہ اس نظام معیشت کے سبب انسان کی حقیقت اور پہچان بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس کے اعلیٰ اوصاف اور قدریں بھی مٹ جاتی ہیں، نتیجتاً ایثار، ہمدردی، تعاون، خیر خواہی اور ضرورت کے مواقع پر مال خرچ کرنے کی بجائے حرص و طمع اور حب جاہ میں آکر مال کو جمع کیے رکھنا اور اس کے اضافہ اور بڑھوتری کے لیے غیر اخلاقی کاروبار کرنا اور اس کو اپنا حق سمجھتے ہوئے پوری کوشش کرنا، اس نظام معیشت کے خصائص ہیں۔ اس کے مقابلے میں اسلام کا معاشی نظام فکر، اپنے خصائص اور اوصاف کے ساتھ انسان کی عزت و شرف اور بنیادی حقوق اور ضروریات کا محافظ اور ضامن نظر آتا ہے، اور اس کے اعلی اوصاف اور معیاری قدروں کے احیا کا سبب بنتا ہے۔ ذیل کی سطور میں اختصار کے ساتھ اسلام کے معاشی سرمایہ دارانہ نظام اور اسلام کے معاشی تصورات کے اہم پہلوؤں کا تقابل پیش کیا جارہا ہے۔

قرضِ حسنہ اور سودی کاروبار

سرمایہ دارانہ نظام میں چونکہ مقصد دولت کا حصول ہوتا ہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ منافع کمانا ہوتا ہے اس لیے کاروبار میں لوگوں کے ساتھ معاونت اور امداد کی شکل ظاہر کرتے ہوئے سرمایہ سے سود کے ذریعہ دولت کو بڑھایا جاتا ہے۔ اور پھر اس میں کسی بھی اعتبار سے دیکھا نہیں جاتا کہ کیا قرض دار اس حیثیت کا مالک ہے کہ وہ سرمایہ پر سود واپس کرسکے گا؟ سرمایہ دار کے خیال میں صرف مال کو کمانا ہے خواہ قرض لینے والا سود ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ اس کے پیشِ نظر اپنے سرمائے کو بڑھانا ہے۔ یہ یقیناً سراسر ظلم اور زیادتی ہے۔ ایک شخص جو پہلے سے مالی اعتبار سے کمزور ہے اور اور مدد کا مستحق ہے اب اس پر مزید بوجھ ڈال دینے سے اس کی مشکل میں اضافہ ہوگا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ سرمایہ دار اس عمل کو اپنا استحقاق سمجھتا ہے۔ اس کے خیال میں سرمایہ اس کا اپنا ذاتی ہے اور اس نے اپنی محنت سے کمایا ہے۔ وہ اس میں مداخلت کو اپنے نظریۂ آزادی کے منافی سمجھتا ہے۔ یہ چونکہ سود پر مبنی نظام ہے اور مولانا مودودیؒ کے الفاظ میں سود سرمایہ داری کی جان اور اس کی روح رواں ہے اور اس کے بغیر سرمایہ داری کا کاروبار چل ہی نہیں سکتا اور کسی ایسے نظام معاشی کا سود سے خالی ہونا غیر ممکن ہے، جس کی عمارت سرمایہ داری کے اصولوں پر قائم ہو۔[1] اسلام کہتا ہے کہ یہ آزادی نہیں بلکہ ظلم ہے اور یہ مال اس کا اپنا نہیں ہے بلکہ اس کے پاس امانت ہے۔ لہٰذا سودی شکل میں مال دینا نہایت قبیح عمل ہے۔

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی، سود (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، س ن)، 15۔

سرمایہ دارانہ نظام کا انحصار قرضوں اور استحکام سودی نظام پر ہے اور اسی وجہ سے بنکاری نظام کو رواج دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں قرض کے حصول میں بنکاری نظام کو مددگار سمجھا گیا ہے اور اس کو اس قدر وسعت دی گئی ہے کہ پوری دنیا میں معاشی نظام کا مدار ہی بنکاری مدد پر موقوف بنادیا گیا ہے۔ جب کہ اسلام میں قرض لین دین کی اجازت ہے اور تاہم سودی کاروبار سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔[2]

سودی لین دین اور کاروبار چونکہ انسانی حرمت کی تذلیل کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ساتھ جنگ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۔[3] دوسری جگہ ارشاد فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔[4] "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، بڑھاچڑھا کر سود نہ کھاو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاو"۔ اسلام میں لوگوں کی مدد اور اعانت کے لیے قرض حسنہ کی ترغیب دی گئی ہے اور ضرورت اور احتیاجی کے وقت اس کی مدت میں توسیع کا بھی حکم دیا ہے اور مالی حالت کا لحاظ رکھتے ہوئے معاف کردینے کو کار خیر سے تعبیر کیا ہے۔[5]

انفاق فی سبیل اللہ اور اکتناز و احتکار

سرمایہ دارانہ نظام میں چونکہ سرمایہ ہی حصول مقصد ہے اور سرمایہ کے حصول کا ایک ذریعہ اکتناز (ذخیرہ اندوزی) ہے۔ اکتناز کا معنی ہے کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو ادا کیے بغیر مال و دولت کو جمع کرنا۔ احتکار کا مفہوم ہے کہ نوع انسانی کے منفعت کو قطع نظر کرتے ہوئے اور نفع کی حصول کے لیے مال ودولت کو جمع کرنا پھر اس کو گراں قیمت سے فروخت کرنا۔ سرمایہ دارانہ نظام میں لوگ منفعت اور سرمایہ کے حصول کے لیے مختلف اشیائے خور ونوش اور دیگر اشیائے ضروریات و حاجات کو ذخیرہ کرتے ہیں اور پھر اپنے مقاصد کی تکمیل کے زمانے میں اس کو منڈیوں اور بازاروں میں مہنگے داموں فروخت کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نظام میں لوگوں کی ہمدردی اور تعاون کو خاطر خواہ نہیں دیکھا جاتا صرف اپنا سرمایہ کی بڑھوتری اور اضافہ مقصود ہوتا ہے۔ جب کہ اسلام اس بارے میں سختی سے منع کرتا ہے کہ انسانی منفعت کو ترک کرکے اپنی ذاتی منفعت کو ترجیح دی جائے اس کی اجازت نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے: وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔[6] "اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، سو ان کو دردناک عذاب کی خبر دو۔"

---

[2] البقرۃ2: 275۔

[3] البقرۃ2: 279۔

[4] آل عمران3: 80۔

[5] البقرۃ2: 256۔

[6] التوبۃ9: 34۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احتکار سے ان الفاظ میں منع فرمایا: اَلجَالِبُ مَرزُوق وَالمحُتَکِرُ مَلعُون۔[7] " بازار میں مال لانے والا روزی کماتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔"

مال و دولت کو سمیٹنا اور بھرنا کی خواہش اور تمنا کرنا اور اس ضمن میں دوسروں کے حقوق کا خیال نہ کرنا، شریعت اسلامی کے مزاج اور احکام کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی خواہشات کا اظہار کرنے والوں کی سراسر مذمت بیان کی ہے۔ اسی نوع سے متعلق قرآن مجید میں بیان کردہ حضرت داود علیہ السلام کے ہاں ایک فیصلہ کا آنا قابل توجہ ہے۔ فرمایا: "یہ میرا بھائی ہے اس کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میری ایک دنبی ہے پس اس نے کہا ہے کہ اس دنبی کو میرے سپرد کردو اور مجھ پر جھگڑے میں غالب آگیا ہے۔"[8] اس آیت کریمہ میں سرمایہ دار آدمی کے مزاج اور ذہنی سوچ کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ معمولی آدمی کے مال کو ہضم اور قابو کرنا چاہتا ہے۔ حضرت داود علیہ السلام نے سرمایہ دار کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا: لَقَدۡ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعۡجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِۦۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلۡخُلَطَآءِ لَيَبۡغِي بَعۡضُهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٍ۔[9] " بلاشبہ اس نے تجھ پر ظلم کیا ہے اور تمھاری دنبی کو اپنی دنبیوں سے ملانے کا کہا ہے اور بہت سے شریک ایک دوسرے پر غلطی کرتے رہتے ہیں۔" آیت کریمہ کے مفہوم سے اخذ ہوتا ہے کہ حضرت داود علیہ السلام کے زمانہ میں سرمایہ دار لوگ زیادتی کرتے تھے اور اپنے شریک اور کمزور کا مال غلط طریقے سے ہتھیانے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت داود علیہ السلام نے اس ناانصافی کو ختم کرتے ہوئے صحیح رائے دی۔ اسلام کے معاشی نظام میں انسانی فلاح اور ضروریات کے لیے راہ خدا میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس ضمن میں والدین، رشتہ دار، یتیم، مسکین، پڑوسی، مسافر اور دیگر نادار شامل ہیں۔[10] قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: شیطان تم کو ناداری کا خوف دلاتا ہے اور بخل جیسی شرمناک بات کا حکم دیتا ہے مگر اللہ تم سے بخشش اور مزید عطا کا وعدہ فرماتا ہے۔"[11] اسی پہلو کی وضاحت سے متعلق سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

---

[7] ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی، سنن (الریاض: مکتبہ دارالسلام، 2000ء)، کتاب التجارۃ، باب الحکرۃ والجلب، حدیث نمبر: 2153۔

[8] ص 38: 23۔

[9] ص 38: 24۔

[10] النساء 4: 36۔

[11] البقرۃ 2: 268۔

" یہاں پہنچ کر اسلام کا نقطہ نظر سرمایہ داری کے نقطہ نظر سے بالکل مختلف ہو جاتا ہے۔ سرمایہ دار سمجھتا ہے کہ خرچ کرنے سے مفلس ہو جاوں گا اور جمع کرنے سے مال دار بنوں گا۔ اسلام کہتا ہے کہ خرچ کرنے سے برکت ہو گی، تیری دولت گھٹے گی نہیں بلکہ اور بڑھے گی۔ "[12]

کفایت شعاری اور اسراف اور تبذیر

سرمایہ دارانہ نظام صاحب ملک کو لا محدود اور بے جا تصرف کا حق دیتا ہے اور اس نظریہ کے مطابق سرمایہ کا مالک اشیا کے تصرف میں آزاد ہے جب کہ اسلام تصرفِ اشیا میں کچھ ضابطے اور اصول مقرر کرتا ہے اور اس سے انحراف کو سختی سے منع کرتا ہے۔ قرآن مجید ہے: وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔[13] "اسراف نہ کرو۔ بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۔إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ۔[14]

"فضول خرچی نہ کرو کیوں کہ فضول خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔"

اسراف اور تبذیر کا لازمی نتیجہ لذت اندوزی، تنعیم اور عیش کوشی ہے۔ اسلام نے عیش کوشی سے منع کیا ہے کیوں کہ عیش کوشی معاشرہ میں خلل اور فساد ڈالتی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام پر تنقید اور اسلامی قانونِ معیشت کی خوبی بیان کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ اسلام ہر شخص کو اپنے خرچ میں اقتصاد اور کفایت شعاری ملحوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے تاکہ افراد اپنے معاشی وسائل سے کام لینے میں افراط یا تفریط کی روش اختیار کرکے تقسیم ثروت کے توازن کو نہ بگاڑ دیں۔ قرآن مجید کی جامع تعلیم اس باب میں یہ ہے کہ وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا۔[15] " نہ اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھے رکھ (کہ کھلے ہی نہیں) اور نہ اس کو بالکل ہی کھول دے کہ بعد میں حسرت زدہ بن کر بیٹھا رہے۔" وَالَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔[16] "اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل برتتے ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل رہتے ہیں۔" اس تعلیم کی منشا یہ ہے کہ ہر شخص جو کچھ خرچ کرے اپنے معاشی وسائل کی حد میں رہ کر خرچ کرے۔ نہ اس قدر حد سے تجاوز کر جائے کہ اس کا خرچ اس کی آمدنی سے بڑھ جائے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی فضول خرچیوں کے لیے ایک ایک کے آگے ہاتھ پھیلاتا پھرے، دوسروں کی کمائی پر ڈاکے مارے، حقیقی ضرورت کے

---

[12] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، سود، 30۔

[13] الاعراف 7: 31۔

[14] الاسرا 17:26۔

[15] الاسراء، 17: 29۔

[16] الفرقان 29: 67 ۔

بغیر لوگوں سے قرض لے اور پھر یا تو ان کے قرض مار کھائے یا قرضوں کا بھگتان بھگتے۔ قسم کی خود غرضانہ خرچ کو بھی اسلام فضول خرچی ہی شمار کرتا ہے۔[17]

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا. اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔[18]

"اور اپنے رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو فضول خرچی نہ کر۔ فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔"

اسلام نے اس باب میں صرف اخلاقی تعلیم ہی دینے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس نے بخل اور فضول خرچی کی انتہائی صورتوں کو روکنے کے لیے اصول بھی بنائے ہی ہیں، اور ایسے تمام طریقوں کا سدباب کرنے کی کوشش کی ہے جو تقسیم ثروت کے توازن کو بگاڑنے والے ہیں۔ وہ جوئے کو حرام قرار دیتا ہے، شراب اور زنا سے روکتا ہے، لہو و لعب کی بہت سی مسرفانہ عادتوں کو جن کا لازمی نتیجہ ضیاع وقت اور ضیاع مال ہے، ممنوع قرار دیتا ہے۔ موسیقی کے فطری ذوق کو اس حد تک پہنچنے سے باز رکھتا ہے، جہاں انسان کا انہاک دوسری اخلاقی و روحانی خرابیاں پیدا کرنے کے ساتھ معاشی زندگی میں بھی بد نظمی پیدا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے۔ جمالیات کے طبعی رجحان کو بھی وہ حدود کا پابند بناتا ہے۔ قیمتی ملبوسات، زرو جواہر کے زیورات، سونے چاندی کے ظروف اور تصاویر اور مجسموں کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احکام مروی ہیں ان سب میں دوسرے مصالح کے ساتھ ایک بڑی مصلحت یہ بھی پیش نظر ہے کا جو دولت تمھارے بہت سے غریب بھائیوں کی ناگزیر ضرورتیں پوری کر سکتی ہے، ان کی زندگی کے مایحتاج فراہم کرکے دے سکتی ہے، اسے محض اپنے جسم اور اپنے گھر کی تزئین اور آرائش پر صرف کر دینا جمالیت نہیں، شقاوت اور بدترین خود غرضی ہے۔ غرض اخلاقی تعلیم اور قانونی احکام دونوں طریقوں سے اسلام نے انسان کو جس قسم کی زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی ہے وہ ایسی سادہ زندگی ہے کہ اس میں انسان کی ضروریات اور خواہشات کا دائرہ اتنا وسیع ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک اوسط درجہ کی آمدنی میں گزر بسر نہ کر سکتا ہو، اور اسے اپنے دائرہ سے پاؤں نکال کر دوسروں کی کمائیوں میں حصہ لڑانے کی ضرورت پیش آئے۔ یا اگر وہ اوسط سے زیادہ آمدنی رکھتا ہو تو اپنا تمام مال خود اپنی ذات پر خرچ کردے اور اپنے بھائیوں کی مدد نہ کر سکے جو اوسط سے کم آمدنی رکھتے ہوں۔[19]

اجتماعی اور انفرادی مفاد کی ترجیح

---

[17] سید ابوالاعلیٰ مودودی، معاشیات اسلام (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1988ء)، 138-

[18] الاسراء17: 26، 27۔

[19] سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلام اور جدید معاشی نظریات (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1988ء)55۔

سرمایہ دارانہ نظام میں انفرادی ملکیت اجتماعی مفادات سے بالاتر ہے۔ کیوں کہ سرمایہ دارانہ نظام کی اساس ہی لامحدود ملکیت اور بے لگام تصرف دولت پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انفرادی مفاد اجتماعی مفاد سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں اجتماعی مفاد انفرادی مفاد کے مقابلے میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں کساد بازاری ضروری ہے۔ اسلامی اقتصادی نظام میں عام معاشی خوشحالی ہوتی ہے۔ اسلام میں تقسیم دولت اس رنگ میں کرتا ہے کہ اس کے اثرات نچلی سطح تک پہنچ جاتے ہیں اور عوام کی قوت خرید بڑھ جاتی ہے۔

مال کی حفاظت اور اس کا ضیاع

سرمایہ دارانہ نظام مصنوعی گرانی پیدا کرنے کے لیے مال کو تلف کرنا جرم قرار نہیں دیتا بلکہ صاحب ملک کا جائز حق ہے۔ اور اس پر پابندی عائد کرنا شخصی حق کو کچلنے کے مترادف ہے۔ مغربی ماہرین کے مطابق غیر منقول املاک یا دولت وغیرہ میں مطلق ملکیت کی رو سے اپنی ملکیت کو تباہ کر دینے یا اس کو ضائع کر دینے کا حق حاصل ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس کی تباہی میں کسی دوسرے فرد پر براثر نہ پڑے۔ اگر میں اپنے مکان کا مالک ہوں تو میں چاہوں تو اسے تباہ کر سکتا ہوں مگر مجھے اس کو اس طرح تباہ نہیں کرنا چاہیے کہ اس سے میرے پڑوسیوں کو نقصان پہنچے۔ جب کہ اسلام میں صاحبِ ملک کو مال کو بلاوجہ تلف کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ اسلام میں تمام اشیا کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسان اللہ کی دی ہوئی دولت پر امین اور وکیل ہے۔ نائب کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ دولت کو بلاوجہ تلف اور ضائع کر دے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے: آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ۔[20] "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آو اور خرچ کرو اس میں جس کا تم کو نائب بنایا ہے۔" قرآن مجید میں مال کو تلف کرنے کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے: وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔[21] اور جب حاکم بنتا ہے تو زمین فساد کرنے کی کوشش کرتا ہے، کھیتی اور نسل کو ہلاک کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا"۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اتلاف مال سے منع کیا ہے۔ **وكان ينهى عن قيل وقال وكثرة السوال و اضاعة المال و منع وهات، وعقوق الامهات وواد البنات۔**[22] "آپ علیہ السلام نے قیل و قال کرنے، کثرت سوال کرنے، مال کو ضائع کرنے، خود نہ دینے، دوسروں سے مانگنے، ماوں کی نافرمانی، اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا۔"

سرمایہ دارانہ نظام اشیا کی قیمتوں کی تعیین اور تسعیر کو تسلیم نہیں کرتا اور دوسرے کی جانب سے اس میں مداخلت کو ناجائز سمجھتا ہے۔ حالانکہ اسلامی نظام معیشت میں رسد وطلب کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے اور مفاد عامہ کی خاطر

[20]- الحدید7:57۔

[21]- البقرہ205:2۔

[22]- ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری (الریاض: مکتبہ دارالسلام، 2000ء)، کتاب الرقاق، حدیث نمبر: 6473۔

سلطان اور ارباب اقتدار کو اشیا کا نرخ مقرر کرنے کا حق دیتا ہے تاکہ کسی عامی کو اشیا کی خرید وفروخت میں مشکلات پیش نہ آسکیں۔علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں :

واما اذا کانت حاجة الناس لا تندفع الا بالتسعیر العادل سعر علیهم تسعیر عدل لا وکس ولاشطط ۔[23]

"جب عوام الناس کی ضرورت قیمتوں کی منصفانہ تعیین کے بغیر نہ ہو سکتی ہو تو ان کے لیے ایسی قیمتیں مقرر کردی جائیں جو عدل وانصاف پر مبنی ہوں بغیر کسی کمی یا زیادتی کے۔"

ایثار اور مادہ پرستی

سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں ہدف مال کا حصول ہوتا ہے اور ان کی سوچ وبے چار کا مرکز ومحور بھی مال وسرمایہ کو اکٹھا کرنا ہوتا ہے۔اس لیے اگر کسی صورت میں انسانی ہمدردی کی خاطر سرمایہ اور مال کو خرچ کرنے کا موقع آجائے اور ضرورت پڑ جائے تو ایسی صورت میں سرمایہ دار مال و دولت خرچ کرنے سے دور رہے گا خواہ معاشرہ میں اس کی کتنی ضرورت کیوں نہ ہو۔ وہ اس کا احساس اور ادراک نہیں کرے گا۔ اس لیے اس نظام معیشت میں ایثار، ہمدردی، شفقت ومحبت ،اور خیر خواہی جیسے اوصاف نظر نہیں آتے۔[24] جب کہ اسلام میں ایثار اور انسانی ہمدردی کا لحاظ رکھا گیا ہے اور اس بارے میں تلقین کی گئی ہے انسانی محبت اور ہمدردی کی خاطر تعاون اور مدد کرنا انتہائی اعلیٰ خوبی اور صفت ہے۔ پھر اس بارے میں کسی خاص گروہ کی تفریق نہیں کی گئی ہے بلکہ ہر مذہب اور طبقے سے اس بہی خواہی کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔[25] "وہ اپنے پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود تنگی میں ہوتے ہیں اور جو شخص بھی اپنے آپ کو بخل سے بچائے گا، پس وہی مراد پانے والے ہیں۔" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من احسن الیٰ عیاله۔**[26] "مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، پس لوگوں میں اللہ کے ہاں وہ پسندیدہ شخص ہے جو اس کے کنبہ سے حسن سلوک کرے۔"

ہمدردی اور ہوس وطمع مال

---

[23] احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ، الحسبۃ فی الاسلام (بیروت لبنان: دار الکتب العلمیۃ، س ن)، فصل مسئولیۃ المحتسب، 42۔

[24] شمس الحق افغانی، سرمایہ دارانہ واشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ (لاہور: مکتبۃ الحسن، طبع سوم، س ن)، 25- 26۔

[25] الحشر 59: 9۔

[26] ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ البیہقی ، شعب الایمان(بیروت لبنان: دار الکتب العلمیۃ، 2000ء)، حدیث نمبر: 7048؛ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المعجم الاوسط (القاہرہ: دار الحرمین، 1995ء)، حدیث نمبر: 5541۔

سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں چونکہ محبت، اخوت، ہمدردی کا فقدان ہوتا ہے اور دولت اور سرمایہ کے حرص و طمع کی وجہ سے ایک دوسرے کا خیال کرنے کے بجائے ضروریات زندگی سے لوگوں کو محروم اور مفلس بنا دیا جاتا ہے۔ تاریخی طور پر یہی صورت حال برصغیر پاک و ہند میں انگریزی دور حکومت میں رہی اور دولت مندوں کو طرح طرح کی چیزوں سے نوازا گیا اور امیر سے امیر تر بنا دیا گیا جب کہ غریب اور مفلس کو تنہا چھوڑ دیا گیا۔ اس طرح ایک بڑا طبقہ اس ناانصافیوں کی وجہ سے آج تک غربت کی چکی میں پسا جا رہا ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں اسلام نے کفالت اور تعاون کا محض نظریہ پیش نہیں کیا بلکہ عملی طور پر اقدامات اٹھائے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اسلام کے قانونِ وراثت کی واضح مثال موجود ہے۔ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا۔[27] "اور عورتوں کے لیے بھی اس چیز میں حصہ ہے جس کو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، اس میں قلیل ہو یا کثیر ایک حصہ فرض ہے۔"

آجر سے ہمدردی اور اس پر ظلم

سرمایہ دارانہ نظام میں مزدور اور آجر کی کوئی زندگی نہیں، وہاں آئے دن ہڑتالیں، احتجاج اس بات کی دلیل ہے کہ وہاں مزدوروں کی اجرت معیاری نہیں، مزدور کی زندگی ظلم وزیادتی کا نمونہ بن کر رہ گئی ہے۔ اس کسم پرسی کا مشاہدہ لوگوں کے حالات و کیفیات سے ہوتا ہے۔ مزدور طبقہ کے لیے کوئی پالیسی وضع نہیں کی جاتی اور نہ اس کی کوئی خاص متعین اجرت کی جاتی ہے بلکہ ڈرا اور دھمکا کرکے لوگوں سے کام لیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں کی ضروریات زندگی متاثر ہوتی ہے اور وہ اپنی جان کی بازی ہار جاتے ہیں اور خودکشی پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں اسلام کا نظام معیشت میں مزدور کے حقوق کے بارے میں خاص طور پر تاکید کی گئی ہے اور ان پر ظلم وزیادتی سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ۔[28] "نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہو۔" حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اجرت پر رکھا تو پوری اجرت کا وعدہ کیا اور کہا: فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ۔[29] "تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اور ہمارے کیے پر اللہ کا ذمہ ہے۔" بکریاں چرانے اور مدت پوری ہونے کے بعد اپنی بیٹی کا عقد نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کر دیا۔ اسی سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اعطوا الاجير اجره قبل ان يجف عرقه۔**[30] "مزدور کو اس کی مزدوری، اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو"۔

---

[27] النساء4: 7۔

[28] البقرۃ2: 279۔

[29] القصص28:28۔

[30] ابن ماجہ، سنن، حدیث نمبر: 2443۔؛ القضاعی، مسند الشہاب، رقم حدیث: 744۔

اس کی وجہ واضح ہے کہ ایک عام شخص جو اپنے کسب اور مزدوری کو پوری طرح ادا کر رہا ہے تو اس کا حق کا بھی اسی طرح خیال کرنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم وزیادتی کرنے سے منع فرمایا اور تاکید فرمائی:

اسمعوا منی تعیشوا، الا لا تظلموا، الا لا تظلموا، الا لا تظلموا، انه لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منه۔[31]

میری بات سنو، زندگی پا جاؤ گے۔ سنو، ظلم نہ کرو۔ سنو، ظلم نہ کرو۔ سنو، ظلم نہ کرو۔ کسی شخص کا مال اس کے دل کی خوشی کے بغیر لینا حلال نہیں۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زندگی کی کامیابی اسی میں ہے کہ ظلم کا راستہ اختیار نہ کرنا، کسی پر زیادتی نہ کرنا۔ اگر ان سے بچو گے تو سوسائٹی کی زندگی اور حیات اسی میں ہے۔

خلاصہ بحث

سرمایہ دارانہ نظام میں ذاتی منفعت کا فروغ اور زیادہ سے زیادہ اس کا حصول، اجارہ داری کا قیام، خود غرضی، مادہ پرستی اور نفس پرستی اصل الاصول کی حیثیت رکھتے ہیں جب کہ اسلامی نظام معیشت میں انسانی ہمدردی، ایثار، شفقت و محبت اور انفرادی سودمندی سے بڑھ کر اجتماعی منفعت پیش نظر رکھی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو انسانی فطرت کے تقاضے اور مقاصد اسلامی نظام معیشت مضمر نظر آتے ہیں۔ بنا بریں اسلامی معاشی نظام ہی میں انسانیت کی فلاح ہے۔

---

[31] ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، المسند (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1994ء)، حدیث نمبر: 19774۔